۳ فردوسِ بریں

عبدالحلیم شررؔ

پیشِ درس

اُردو میں ناول نگاری کی ابتدا اُنیسویں صدی میں ہوئی۔ سرسیّد کے رفقا میں سے ڈپٹی نذیر احمد نے چند ناول لکھے جن میں 'مرأۃ العروس، ابن الوقت، توبۃ النصوح، بنات النعش' وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ یہ تمام ناول ہماری تہذیب و ثقافت کی عکاسی کرتے ہیں۔ اسی زمانے میں عبدالحلیم شررؔ نے بھی ناول لکھے جو تاریخی واقعات پر مبنی ہیں۔ بیسویں صدی سے اُردو میں ناول نگاری کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ پریم چند کا 'گئودان'، مرزا ہادی رسوؔا کا 'امراؤ جان ادا'، قرۃ العین حیدر کا 'آگ کا دریا'، عبداللہ حسین کا 'اُداس نسلیں' وغیرہ کامیاب ناولوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔

'فردوسِ بریں' حسن بن صباح (متوفی ۱۱۲۴ء) کی نیم مذہبی اور نیم فوجی تنظیم کا قصہ ہے۔ یہ تنظیم اس نے اپنے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے کے لیے ۱۰۹۰ء میں ایران میں قائم کی تھی۔ اس تنظیم کا صدر مقام لبنان کے ایک پہاڑ پر موجود قلعہ الموت کو بنایا گیا تھا۔ حسن بن صباح اس تنظیم کا سربراہ تھا اور شیخ الجبال کے نام سے مشہور تھا۔ اس تنظیم میں اس نے سیکڑوں نوجوانوں کو شامل کیا تھا۔ وہ انھیں اس پہاڑ پر بنائی گئی مصنوعی جنت میں لطف اٹھانے کے لیے چند دن رکھتا پھر واپس روانہ کردیتا تاکہ اس جنت میں داخل ہونے کے لیے وہ جان پر کھیل جانے کے لیے بھی تیار رہیں۔ یہ نوجوان 'شیخ الجبال' کے ہر حکم کو بلا خوف و خطر مان لیتے۔ حسن بن صباح نے ان نوجوانوں کے ذریعے اسلامی اور عیسائی حکومتوں کے کئی اہم لوگوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا۔

اس سبق میں حسن بن صباح کی اسی جنت کے چند مناظر پیش کیے گئے ہیں۔ عبدالحلیم شررؔ لکھنؤ کی ادبی فضا میں پروان چڑھے تھے اس لیے زبان کا چٹخارا ان کے یہاں پایا جاتا ہے۔ فردوسِ بریں کی جو منظر کشی انھوں نے اس سبق میں کی ہے، اسے پڑھتے ہوئے حسین و دلکش باغوں کی تصویریں ہمارے سامنے آجاتی ہیں۔ جملوں کی بندش اور الفاظ کے در و بست سے پیدا ہونے والا زبان و ادب کا حسن شررؔ کے یہاں ہر سطر میں پایا جاتا ہے۔ ان کے یہاں تراکیبِ لفظی میں کوئی پیچیدگی نہیں ہوتی۔ ان کی زبان نہایت صاف اور رواں ہے۔ انھوں نے ناول کے کرداروں کے احساسات و جذبات کو بھی بہت خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔

جان پہچان

عبدالحلیم شررؔ ۱۸۶۰ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ آٹھ نو سال کی عمر میں وہ کلکتہ چلے گئے۔ کلکتے میں انھوں نے مختلف اساتذہ سے عربی، فارسی، منطق، طب وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ یہاں انھوں نے انگریزی سیکھی اور فقہ اور حدیث کا علم بھی حاصل کیا۔ شررؔ کو بچپن ہی سے مضمون نویسی کا شوق تھا۔ ۱۸۸۰ء سے انھوں نے لکھنؤ سے رسالہ 'دلگداز' جاری کیا۔ ڈپٹی نذیر احمد اور رتن ناتھ سرشارؔ کے ساتھ شررؔ نے تاریخی اور معاشرتی ناول لکھ کر اُردو میں اس صنف کے ارتقا میں اہم کردار ادا کیا اور اُردو میں تاریخی ناول نگاری کی بنیاد رکھی۔ شررؔ اُردو کے اوّلین ناول نگاروں میں سے ہیں جنھوں نے اُردو ناول کو فکر و فن کی نئی قدروں سے روشناس کرایا۔ ان کے مشہور تاریخی ناولوں میں 'زوالِ بغداد، ایامِ عرب، فردوسِ بریں، منصور و موہنا' اور 'فلورا فلورنڈا' قابلِ ذکر ہیں۔ ۱۸۹۵ء میں انھوں نے انگلستان کا سفر کیا۔ واپسی کے بعد ۱۸۹۸ء میں 'دلگداز' کو دوبارہ حیدرآباد سے جاری کیا۔ آزاد نظم اور معریٰ نظم کو ترقی دینے میں بھی شررؔ کا خاص حصہ رہا ہے۔ یکم دسمبر ۱۹۲۶ء کو لکھنؤ میں ان کا انتقال ہوا۔

حسین کو خبر نہیں تھی کہ یہ غفلت کتنی دیر تک اس پر طاری رہی لیکن مدہوشی تھوڑی کم ہوئی تھی کہ ایک نہایت ہی دلکش اور وجد آور نغمے کی آواز کان میں آئی اور ایسا معلوم ہوا کہ گویا دل رُبا پری پیکروں کا ایک طائفہ پرلطف باجوں اور مزامیر کے ساتھ مسرت انگیز دھن میں ترانۂ مبارکباد گا رہا ہے۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ حسین نے اس وقت اپنے آپ کو اس حالت میں پایا کہ ایک طلاکار اور مرصع کشتی میں سوار ہے اور لڑکوں کی کوشش سے وہ کشتی ایک پتلی مگر بہت ہی دلکش نہر کے کنارے ابھی ابھی آ کے ٹھہری ہے۔ نرم اور نظر فریب سبزے کو شفاف اور پاک و صاف پانی اپنی روانی میں چومتا ہوا نکل جاتا ہے۔ بعض مقامات پر گنجان اور سایہ دار درخت ہیں جو پیچیدہ اور خم دار زلفوں کی طرح نہر کی گوری مگر نم آلود پیشانی پر دونوں طرف سے جھکے پڑتے ہیں۔ جہاں سے کشتی آ کر کنارے لگی ہے، وہاں ایک کشادہ مرغزار ہے۔ ان خوب صورت ملاحوں کے کہنے کے بہ موجب وہ کشتی سے اُتر کر سبزۂ روئیدہ کی سیر کرنے لگا۔ وہاں جا کر دیکھا تو اور حیرت ہوئی۔ پانی کے پاس ہی سبزے کا ایک پتلا اور برابر حاشیہ چھوڑ کر شگفتہ اور خوش رنگ پھولوں کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے جو نہر کے دونوں طرف حدِ نظر تک پھیلتا چلا گیا ہے۔ اگرچہ پھولوں میں شادابی و خوش رنگی کی وہی شان ہے جو صرف خود رو پھولوں میں نظر آتی ہے مگر اس قدرتی بہار کے ساتھ یہ لطف بھی ہے کہ نہایت ہی لیاقت سے چمن بندی کی گئی ہے۔ چمنوں کی بعض قطاریں تو ایسی ہیں جن میں ایک ہی قسم اور ایک ہی رنگ کے پھول ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ایک ہی قوم اور ایک ہی وردی کی فوج حدِ نظر تک چلی گئی ہے۔

مختلف نہریں جو آبشاروں کی شان سے اور پانی کی چادریں بن بن کر پہاڑوں سے اُتری ہیں، ان کے پانی نے خواہ پھولوں کی خوشبو سے متاثر ہو کر یا کسی اور وجہ سے گلاب اور کیوڑے کی شان پیدا کر لی ہے۔ یہ نہریں زبانِ حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ ہم ہی تسنیم و سلسبیل ہیں۔ راستوں اور رَوِشوں کی ترتیب میں یہ معجز نما کیفیت پیدا ہو گئی ہے کہ ہر چمن کے ایک پہلو کو نہر دھوتی ہے تو اس کے دوسرے پہلو کو ایک چھوٹی سی خوشنما سڑک اپنے آغوش میں لیتی ہے۔

حسین نے نہایت حیرت و جوش سے دیکھا کہ ان چمنوں میں جابجا نہروں کے کنارے سونے چاندی کے تخت بچھے ہیں جن پر ریشمی پھول دار کپڑوں کا فرش ہے۔ لوگ پُرتکلّف گاؤ تکیوں سے پیٹھ لگائے بیٹھے ہیں اور جنت کی بے فکریوں سے لطف اُٹھا رہے ہیں۔ لڑکے کہیں تو سامنے دست بستہ کھڑے ہیں اور سدھائے یا قدرت کے سکھائے ہوئے طیور پھل دار درختوں سے میوے توڑ توڑ کر لاتے ہیں اور ان کے سامنے رکھ کر اُڑ جاتے ہیں۔

یہ عالم دیکھ کر حسین کے دل میں ایک جوش و ولولہ پیدا ہوا۔ اس نے کسی قدر بلند آواز سے کہا، ''بے شک فردوسِ بریں یہی ہے، یہی ہے! یہیں آ کے نیکوکاروں اور ایمان داروں کو اپنے اعمالِ نیک کا صلہ ملتا ہے۔ مگر افسوس، اے زمرُّد تو کہاں؟'' یہ جملہ ناتمام ہی تھا کہ پاس کے چمن کے پھولوں کے نیچے سے ایک شیرین و دلکش آواز نے کہا، ''تو ابھی جنت کے چمنوں ہی کو دیکھ رہا ہے۔ ذرا محلوں اور قصروں کو بھی نظر اُٹھا کر دیکھ۔''

حسین نے نظر اُٹھا کر دیکھا۔ اسے نظر آیا کہ یہ عمارتیں باغوں سے بھی زیادہ مسرت انگیز ہیں۔ بعض بالکل سونے کی، بعض مونگے کی اور بعض موتیوں کی نظر آتی ہیں۔ یہ تمام مکانات جو حسبِ حیثیت محل اور قصر کے لفظ سے تعبیر کیے جا سکتے ہیں، انھی میں کوئی فیروزے کا، کوئی زمرد کا، کوئی یاقوت کا اور کوئی ہیرے کا ہے۔ موتی کے محل جن میں سے ایک خاص حسین کے لیے ہے، ایسے آب دار

رنگ میں رنگے ہوئے ہیں کہ نیچے سے اوپر تک ایک ہی موتی میں ترشے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔حسین ان محلوں کو دیکھ کر ذرا دیر مبہوت کھڑا رہا۔مگر ہوش آتے ہی اس خاص محل کی طرف بڑھا جس کی نسبت اس نے سنا تھا کہ خاص اس کے لیے ہے اور جس میں زمرد کے ملنے کی اسے اُمید تھی۔اب اس کے جذباتِ دلی اس جوش وخروش سے زمرد کی طرف متوجہ تھے کہ اس نے نہ کسی چیز کی طرف نظر اُٹھائی نہ کسی سامانِ عشرت کو دیکھا اور سیدھا اس محل کے دروازے پر جا پہنچا۔زمرد بھی استقبال کے لیے محل سے باہر نکل آئی تھی اور ایک غیر معمولی مگر نہایت دِل رُبا وضع سے کھڑی تھی۔آنکھیں دو چار ہوئی تھیں کہ بے اختیاری کے جوش میں دونوں کی زبان سے ایک دوسرے کا نام نکلا۔حسین تو محوِ حیرت تھا ہی، زمرد کے چہرے سے بھی ایک غیر معمولی جوش ومسرت نمایاں تھی۔حسین فرطِ محبت سے بے اختیار ہو کے رونے لگا۔اس کی سانس سے رونے کا پتا پا کے زمرد نے کہا،''حسین! یہاں رونا حرام ہے، پس اب آنسو پونچھ ڈالو۔''

حسین: (آنسوؤں کو پونچھ کر) زمرد! یہی فردوسِ بریں ہے؟

زمرد: یہی۔

حسین: تم یہاں چلی آئیں اور مجھے اس دردوالم میں چھوڑ دیا۔

زمرد: یہ تو میرے اختیار کی بات نہ تھی۔مجھے تو ایک اتفاقی شہادت نے یہاں پہنچایا ہے مگر تمھاری زندگی باقی تھی اور ضروری تھا کہ اتنے مدارج ومراحل طے کر کے یہاں آؤ۔کیا کہوں، کن دشواریوں سے مجھے اتنی اجازت ملی ہے کہ تمھیں اپنے پاس آنے کا راستہ اور طریقہ بتاؤں۔

حسین: میرے تو ایسے اعمال تھے کہ شاید مر کے بھی یہاں نہ پہنچ سکتا، صرف تمھاری محبت تھی جو خضرِ طریقت بن کر لائی۔

زمرد: لیکن اگر تمھارے دل میں طلبِ صادق نہ ہوتی تو میں کیا کر سکتی تھی۔

حسین: مگر میں تو دل میں ٹھان چکا تھا کہ اس قبر کے پاس اور اس چٹان کے سامنے جس پر تمھارا پیارا نام کندہ ہے، پڑے پڑے دم توڑ دوں گا۔

زمرد: خیر، یہ باتیں تو ہوتی رہیں گی۔اب اندر چل کے آرام سے بیٹھو اور دیکھو کہ خداوندِ جَلَّ وعَلا نے تمھارے لیے کیسے کیسے سامانِ راحت اور کیسی کیسی لذتیں فراہم کر رکھی ہیں۔

حسین نے مکان کے فرش اور تمام سامان کو دیکھا اور اسے یقین ہو گیا کہ یہ سب نوری سامان ہے جو دنیا میں نہ کبھی انسان کے دل میں گزرا نہ ہی کسی کے قیاس وگمان میں آ سکتا ہے۔زمرد یہاں کی تمام عجوبہ چیزیں اسے دِکھاتی پھرتی تھی۔

حسین کو جنت کے حسن وجمال سے لطف اُٹھاتے پورا ایک ہفتہ گزر گیا اور یہ ہفتہ اس حالت میں گزرا کہ دلکش اور نشاط انگیز نغموں کی آواز اکثر کانوں میں گونجتی رہتی اور بہت سی حوریں اس کی خدمت کو حاضر رہتیں۔وہ دونوں ہمیشہ ان فرحت بخش وادیوں اور روح افزا مرغزاروں میں ٹہلتے رہتے۔زمرد نے اتنے زمانے میں پھر پھر کر اسے یہاں کی تمام نزہت گاہیں اور سب دلچسپ مکانات دِکھا دیے۔ایک مرتبہ حسین نے کہا،''زمرد! میں تو سنتا تھا کہ جنت میں ہمیشہ صبح کا وقت ہے مگر آکے دیکھا تو یہاں بھی دنیا ہی کے سے تغیرات موجود ہیں۔''

زمرد : اس امر میں لوگوں کے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ جو کہا جاتا ہے کہ ہر وقت صبح ہی رہتی ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ اور کسی وقت کا لطف انسان یہاں اُٹھا سکتا ہی نہیں۔ ایسا ہو تو جنت سے ایک بڑا لطف اُٹھ جائے۔ اصل مطلب یہ ہے کہ یہاں ہر وقت کوئی ایسا مقام ضرور مل جائے گا، جہاں انسان جس وقت کا چاہے لطف اُٹھائے۔

حسین : کیونکر؟

زمرد : زبان سے کہنے کی بات نہیں۔ میں چل کر تمھیں آنکھوں سے دِکھائے دیتی ہوں۔ یہ کہہ کر اسے ساتھ لیے ہوئے زمرد قصر دری سے باہر نکلی اور کہا، ''دیکھو، یہاں دوپہر کا سماں ہے۔ اب آگے چلو۔'' تھوڑی دیر کے بعد دونوں درختوں سے گھرے ہوئے ایک ایسے سبزہ زار میں پہنچے جہاں آفتاب کی روشنی کو درخت روکے ہوئے تھے۔ ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا اور مشرقی قلعہ ہائے کوہ سے ہلکی ہلکی روشنی نمودار تھی۔ زمرد یہاں پہنچ کر بولی، ''دیکھو، یہ صبح کا وقت ہے۔''

حسین : بے شک ہے۔

یہاں سے روانہ ہو کے تھوڑی دیر میں دونوں ایک ایسی چھوٹی سی وادی میں پہنچے جو ہر طرف سے پہاڑیوں میں گھری ہوئی تھی۔ یہاں بھی درختوں نے خفیف سی تاریکی پیدا کر دی تھی اور ذرا فاصلے کے مقامات پر ہلکا دھواں اُٹھتا نظر آتا تھا۔ کہیں کہیں چراغ جلنے لگے تھے۔ طیور کے چہچہانے کا شور بلند تھا اور مغرب کے قلعے پر آفتاب کے غروب ہونے کی بھی شعاعیں نظر آ رہی تھیں۔ زمرد نے یہاں رُک کے کہا، ''اور یہ شام ہوئی۔''

حسین : اس میں کسے شک ہو سکتا ہے۔

زمرد : دن کا سماں دیکھ چکے اور شام بھی دیکھ لی۔ صرف رات کا وقت باقی ہے۔ چلو، وہ بھی دِکھائے دیتی ہوں۔

یہاں سے واپس آ کر زمرد حسین کو لیے ہوئے ایک پہاڑ کے غار میں داخل ہوئی جہاں نہایت خوبی سے ایک نشیبی راستہ بنا ہوا تھا۔ اس زمین دوز راستے میں جاتے جاتے دونوں ایک نہایت عالیشان اور پر تکلف حصے میں پہنچے جس میں ہر جگہ کافوری شمعیں روشن تھیں، جھاڑ اور فانوس کثرت سے لٹک رہے تھے اور در و دیوار پر شیشے کے رنگ برنگ ٹکڑوں کو ان شمعوں کی شاخیں کچھ ایسی عجیب و غریب روشنی سے چمکا رہی تھیں کہ نظر خیرہ ہو جاتی تھی۔

یہ سب سامان دیکھ کر دونوں اپنے قصر میں واپس آئے اور باتیں کرنے لگے مگر پہلے سے زمرد اب کسی قدر افسردہ تھی۔ اس کے چہرے سے ظاہر ہوتا تھا کہ گو وہ زبردستی کوشش کر کے چہرے کو بشاش بناتی ہے مگر دل اندر سے بیٹھا جاتا ہے۔ حسین نے اس امر کو حیرت سے دیکھا اور کہا، ''زمرد! اس فردوسِ بریں میں بھی آج تم مجھے ملول نظر آتی ہو۔''

زمرد: نہیں، مگر ہاں گزشتہ مفارقت کسی کسی وقت یاد آ جاتی ہے تو خواہ مخواہ دل بھر آتا ہے۔

حسین: مگر خدا نے وہ مصیبت کاٹ دی اور اب اُمید ہے کہ ہم دونوں ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے۔

زمرد: خدا کرے ایسا ہو مگر حسین مجھے اس کی امید نہیں۔

حسین: (حیرت سے) اُمید نہیں! یہ جنت ہے جس کے لطف سرمدی و ابدی ہیں۔ یہاں نہ کسی دشمن کا اندیشہ ہو سکتا ہے نہ کسی حاسد کا حسد۔ پھر نا اُمیدی و حسرت نصیبی کا کیا سبب؟

زمرد: مگر حسین تم یہاں قبل از وقت آئے ہو اور ابدی و سرمدی لطف اُٹھانے کے لیے وہی لوگ آتے ہیں جو مرنے کے بعد دنیا سے قطع تعلق کر کے آئیں گے۔ تم نے ابھی اس ماڈّی دنیا کے علائق قطع نہیں کیے اور اس ماڈّی جسم کو ساتھ لائے ہو جس کو وہیں دنیا میں چھوڑنے کے لیے تمھیں ایک روز اس عالم میں جانا ضرور ہے۔

حسین: افسوس! پھر کب جاؤں گا؟

زمرد: جب حکم ہو جائے مگر مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جلدی جانا پڑے گا اس لیے کہ وہاں کی کئی شدید ضرورتیں تمھیں بلا رہی ہیں۔ حسین یہ سن کر آب دیدہ ہو گیا اور نہایت جوشِ دل سے ایک آہِ سرد بھر کر بولا، ''مگر زمرد! مجھ سے تو اَب نہ جایا جائے گا۔''

یہ سن کر زمرد بھی آب دیدہ ہوگئی اور بولی، ''حسین! یہ امر تمھارے اختیار سے باہر ہے۔ جب وقت آئے گا تمھیں خبر بھی نہ ہوگی اور ایک ادنیٰ غنودگی تمھیں عالم میں پہنچا دے گی۔''

حسین: (رو کر) پھر اب تو مجھ سے تمھارے فراق کی مصیبت نہ برداشت کی جائے گی۔ جاتے ہی اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالوں گا اور تم سے چھوٹے ایک گھڑی بھی نہ گزری ہوگی کہ پھر تمھارے پاس آ پہنچوں گا۔

زمرد: کہیں ایسا غضب نہ کرنا۔ خود کشی کر لی تو جنت تم پر حرام ہو جائے گی۔ پھر تو قیامت تک بھی ملنے کی اُمید نہیں۔

حسین: (زور سے سینے پر ہاتھ دھر کر) ہائے! مجھ سے کیونکر زندہ رہا جائے گا۔ اب دنیا میں جا کر مَیں زندہ نہیں رہ سکتا۔ اچھا، اگر یہ نہیں تو تم میرے ساتھ چلو۔

زمرد: یہ تو کسی طرح ممکن ہی نہیں۔ حسین! یہ نہ سمجھو کہ میں اپنے بس میں ہوں۔ اتنا ہی لفظ زبان سے نکلا تھا کہ کانپنے لگی اور اُٹھ کر اِدھر اُدھر دیکھا کہ کوئی سن تو نہیں رہا ہے۔ مگر جب کوئی نظر نہ آیا تو اطمینان سے آکر بیٹھ گئی اور بولی، ''حسین! اب ان باتوں سے کوئی فائدہ نہیں۔ تمھارے واپس جانے کا وقت آ گیا۔''

حسین: (بے صبری سے چلا کر) کیا! ابھی سے! نہیں، میں ابھی نہ جاؤں گا۔

زمرد: ان باتوں سے کوئی فائدہ نہیں۔ جتنی زیادہ بے صبری دِکھاؤ گے اتنی ہی زیادہ خرابی ہوگی۔ اس وقت باتیں کرنے کا موقع مل گیا ہے۔ غنیمت سمجھو اور جو کچھ کہتی ہوں سنو۔ کوئی آ گیا تو یہ موقع بھی ہاتھ سے نکل جائے گا، عمر بھر کفِ افسوس ملو گے۔ ساری دنیا میں بھٹکتے پھرو گے اور مطلب نہ نکلے گا۔

حسین: (اپنے آپ کو سنبھال کر) اچھا، سنتا ہوں۔ تم ہی کوئی تدبیر بتاؤ تو کام چلے۔

زمرد: یہاں سے جانے کے بعد پہلے تم کوشش کرنا کہ وہی لوگ جن کی مدد سے اس دفعہ یہاں آئے، انھی لوگوں کی اطاعت کر کے انھیں خوش کر کے پھر یہاں آنے کا موقع پاؤ۔ اپنی حاجت روائی کے لیے تم ان کے کسی حکم سے انحراف نہ کرنا لیکن اگر وہ تمھیں یہاں دوبارہ بھیجنے کا وعدہ نہ کریں اور سب طرف سے مایوس ہو جاؤ تو پھر اسی وادی میں آ کر ٹھہر جانا جہاں میری قبر ہے اور جہاں خط بھیج کر میں نے تمھیں یہاں آنے کی تدبیر بتلائی تھی۔

حسین: مگر زمرد، وہ تدبیر اسی وقت نہ بتا دو کہ یہاں سے جاتے ہی اس پر عمل درآمد شروع کردوں؟

زمرد: افسوس، تم نہیں سمجھ سکتے۔ بس تمھیں وہی کرنا چاہیے جو میں بتاتی ہوں۔ وہ تدبیر اس وقت بتانے کی نہیں۔

حسین: دیکھوں، اب کتنے دنوں ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں۔

زمرد: صبر کرو اور ضبط سے کام لو اور خبردار! ایسی کمزوری اور بزدلی نہ دکھانا۔

حسین: میں اسی سے ڈرتا ہوں، بعض وقت نہ میں اپنے ہوش میں ہوتا ہوں اور نہ نیک و بد سمجھتا ہوں۔ یہ تمھارے لیے ہی تھا کہ میں نے اپنے چچا اور شیخِ وقت امام نجم الدین نیشاپوری کو قتل کر ڈالا۔

ناگہاں چھے سات حوریں ناز و انداز سے قدم رکھتی ہوئی سامنے آئیں اور محبت کے لہجے میں حسین سے کہنے لگیں، ''اب چل کر باہر کی سیر کیجیے اور ان نورانی تختوں پر جلوہ افروز ہو جیے جو چمنوں کے درمیان ہیں۔ اس وقت کی بہار دیکھنے کے قابل ہے۔ شرابِ طہور کے جاموں میں خاص مزا ہے۔''

اتنی دیر میں اور سب حوریں بھی آ گئیں اور زمرد حسین کو ساتھ لیے قصرِ زمردی کے باہر نکلیں۔ سب کے سب لالہ زار کے درمیان میں طلائی تختوں پر جا کر بیٹھے۔ تخت کے دونوں جانب دو حوض تھے اور بغیر کہے صرف واقعات سے یقین دلایا جاتا تھا کہ ایک حوضِ کوثر ہے اور دوسرا شرابِ طہور کا حوض ہے۔ سامنے چند حوریں بیٹھ کر عجیب دلربا اور وجد میں آنے والی دھن میں گانے لگیں۔ دو چار غلمان سونے کے جام و صراحی لا کر کھڑے ہو گئے اور نغمہ و سرود کے ساتھ دَور بھی چلنے لگا۔ دو چار جاموں نے حسین پر از خود رفتگی کی کیفیت پیدا کر دی اور جب وہ اس عالمِ نور کو بے خودی کی نیم باز آنکھوں سے دیکھ رہا تھا، اس لطفِ صحبت کا دل ہی دل میں مزا اُٹھا کر جام کو پی گیا مگر پینے کے بعد معلوم ہوا کہ جیسے زمرد کی آنکھوں سے موتیوں کی طرح آنسو ٹپک رہے تھے۔ بے خودی کے جوش میں وہ دِل رُبا کی دِل دہی کے لیے بڑھنے ہی کو تھا کہ مدہوش ہو کر گر پڑا۔ بس اس کے بعد اسے اپنے پرائے کی خبر نہ تھی۔

معانی و اشارات

وجد آور	مستی و بے خودی لانے والا	جل و علا	جلال اور اونچے مرتبے والا مراد اللہ تعالیٰ
مزامیر	مزمار کی جمع، آلاتِ موسیقی	نزہت گاہ	پاکیزہ مقام
طلاکار	سنہرے نقش و نگار والا	قصرِ دری	دروازوں والا محل
روئیدہ	اُگے ہوئے	نظر خیرہ ہونا	نگاہ بھر کر نہ دیکھ پانا
تسنیم و سلسبیل	جنت کی نہریں	سرمدی و ابدی	لافانی
آب دار	چمک دار	علائق	علاقہ کی جمع مراد تعلقات
مبہوت	ہیبت زدہ، حیرت زدہ	شرابِ طہور	پاکیزہ شربت
مدارج و مراحل	درجہ اور مرحلہ کی جمع	نغمہ و سرود	گیت اور موسیقی
خضرِ طریقت	طریقت کی راہ سمجھانے والا مراد صحیح رہنمائی کرنے والا	از خود رفتگی	بے خودی
		دِل دہی کرنا	تسلی دینا

مشقی سرگرمیاں

* مدہوشی کم ہونے کے بعد حسین کے احساسات کا رواں خاکہ مکمل کیجیے۔

	احساسات	

* سبق میں جنت کے مکانات سے متعلق جن قیمتی پتھروں اور دھاتوں کی تشبیہات استعمال کی گئی ہیں، ان کے نام لکھ کر شکلی خاکہ مکمل کیجیے۔

	جنت کے محل اور قصر	
....		....
....		....
....		....

* سبق میں مصنوعی جنت کے اُن مناظر کو بیان کیجیے جہاں انسان دیے گئے وقت کا لطف اُٹھائے۔

(الف) صبح کا وقت ← ....

(ب) دوپہر کا وقت ← ....

(ج) شام کا وقت ← ....

(د) رات کا وقت ← ....

* ذیل کی سرگرمیاں ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔

۱۔ سبزۂ روئیدہ کی چمن بندی کی خصوصیات تحریر کیجیے۔

۲۔ فردوسِ بریں کی نہروں اور چشموں کا حال بیان کیجیے۔

۳۔ حسین کے مکمل طور پر ہوش میں آنے کے بعد ایک طرف تیزی سے بڑھنے کی وجہ بیان کیجیے۔

۴۔ ''حسین! یہاں رونا حرام ہے۔'' اس جملے کو سیاق وسباق کے حوالے سے واضح کیجیے۔

۵۔ ''یہاں بھی دنیا ہی کے سے تغیرات موجود ہیں۔'' حسین کے اس تبصرے کے جواب میں زمرد کی وضاحت کو تحریر کیجیے۔

۶۔ حسین کے جنت سے نکالے جانے کی وجہ تحریر کیجیے۔

۷۔ ''پھر تو قیامت تک ملنے کی اُمید نہیں۔'' متن کے حوالے سے اس جملے کی وضاحت کیجیے۔

۸۔ زمرد نے حسین کو مخصوص لوگوں کی اطاعت کا مشورہ دیا، اس کی وجہ بیان کیجیے۔

۹۔ وہ جملے لکھیے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ زمرد جنت میں ڈری سہمی اور ملول ہے۔

* ہدایات کے مطابق قواعدی سرگرمیاں مکمل کیجیے۔

۱۔ حسین کو خبر نہیں تھی کہ یہ غفلت کتنی دیر تک اس پر طاری رہی۔

(جملے کو مثبت جملے میں اس طرح تبدیل کیجیے کہ مفہوم تبدیل نہ ہو)

۲۔ واوعطف والی تراکیب کی فہرست تیار کیجیے۔

۳۔ صبر کرو اور ضبط سے کام لو۔ (جملے کی قسم کا نام لکھ کر اس کی نحوی تحویل کیجیے)

سرگرمی / منصوبہ

۱۔ ناول 'فردوسِ بریں' حاصل کر کے پڑھیے اور امام نجم الدین نیشاپوری کے تعلق سے تفصیلات تحریر کیجیے۔

۲۔ تاریخی ناولوں اور ان کے مصنفوں کے ناموں کی فہرست بنائیے اور کسی پسندیدہ ناول پر تجزیہ اپنے الفاظ میں کیجیے۔

نکات : ناول کا نام، مصنف، ناشر/ پبلشر، ناول کے کردار، ناول کی منظرنگاری پر آپ کی پسندیدگی کی وجہ تفصیل سے لکھیے۔